بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اشارات

ہمارے عزیز وطن میں جو احیائے اسلام کے لیے وقف ہے، بیرونی اور اندرونی شرپسندوں نے مل جل کر اخلاقی تباہی کی ایسی مہم چند برس سے چلا رکھی ہے کہ جس کا آج کے جمہوری دور میں تو موسم بہار ہے۔ ہماری اخلاقی تباہی سے عظیم ترین مقصد تو یہ ہے کہ اس قوم کو "اسلام" اور "اسلامی نظام" اور "قانونِ شریعت" سے بچایا جائے۔ ضمناً یہ مطلب خود ہی حاصل ہو جاتا ہے کہ یہ "احساسِ اسلامیت" کے مضبوط خول سے نکل کر ملحدانہ تہذیب اور مادہ پرستانہ نظریوں کے لیے سستا شکار بن جائے۔ ایک بار اس کی ایمانی خودی یا "ملی انا" مٹ جائے تو پھر یہ یہودیوں سے بھی پیار کر سکتی ہے اور بھارت سے یارانہ گانٹھ سکتی ہے، اور امریکہ اور روس کے قلادے بھی شوق سے زینتِ گردن کر سکتی ہے۔

اس اخلاقی تباہی میں تھوڑی سی مدت میں جو خوف ناک اضافہ ہوا ہے، ویسا شاید کسی ملحد و کافر قوم میں ہو تو حکام اور دانشوروں اور سیاست کاروں کو چونکا دے۔

کل کے نوائے وقت میں ایک ہی دن صرف ناموسِ خواتین کے متعلق دردناک زیادتیوں کی جو خبریں ملیں ان پر تڑپنے والا ہر دل اندازہ کر سکتا ہے کہ ایسی کتنی اور وارداتیں عدالتوں یا اخباروں کے دائرے سے باہر ہوتی ہوں گی ـــ اور روز ہوتی ہوں گی۔ پھر دوسرے جرائم تو اور بھی بے حساب ہیں۔

ذرا خبروں کا خلاصہ ملاحظہ ہو۔

۱۔ سلمیٰ بی بی کو ریمانڈ کے دوران تھانے کی حوالات سے انسپکٹر ثاقب کے گھر لے جاکر شیطنیت کا نشانہ بنانے کا الزام سلمیٰ بی بی کے والد عبدالحمید کی جانب سے لاہور ہائی کورٹ کے روبرو رِٹ! (امینہ اخباری رپورٹ)

۲۔ وزیراعلیٰ پنجاب کے حکم سے حفیظاں بی بی کے خوفناک الزامات کی باضابطہ انکوائری پر ڈی۔ ایس۔ پی کرائمز برانچ لاہور چوہدری محمد حسین کو مامور کیا گیا ہے۔ (اخباری رپورٹ) حفیظاں بی بی کا بیان ہے کہ رات کے وقت انسپکٹر سید والا دیوار پھلانگ کر اندر آیا اور اُسے زدوکوب کرتے ہوئے چوٹی سے پکڑ کر گھسیٹ کر بازار میں لایا اور کار میں بٹھا کر دس سالہ لڑکی کوثر سمیت تھانہ میں لے گیا، وہاں محمد منشا کے خلاف زنا کا مقدمہ بنوانے کے لیے بیان دینے کو کہا گیا۔ اس کے انکار پر اُسے ننگا کر کے پیٹا گیا اور اس کے مخالف یحییٰ سے "زبردستی" کرائی گئی .... دس سالہ بچی نے والدہ کو چھڑانے کے لیے منت سماجت کی تو اُس کو "ٹھڈے" مارے گئے۔ (امینہ رپورٹ)

۳۔ مسماۃ کوثر پروین کالونی چک لالہ (راولپنڈی) سے ایک فوتیدگی کی اطلاع پر چکوال جانے کے لیے گھر سے سواری پر نکلی۔ ملزمان نے اس عورت اور اس کی دونوں لڑکیوں اور بچوں کو اپنی کار میں بٹھا لیا۔ جہلم روڈ کے قریب ضلع کچہری کے عقب میں وہ انہیں ایک ہوٹل میں لے گئے۔ بعدازاں ماں اور دونوں بچیوں کو الگ کمرے میں بند کر دیا۔ اور شراب کی بوتلیں کھول کر دونوں لڑکیوں کے ساتھ رات بھر شیطنیت میں مصروف رہے۔ بعد میں ملزمان گرفتار کر لیے گئے۔ اور گاڑیوں کے نمبر بھی نوٹ کر لیے گئے۔

۴۔ افسوسناک بدسلوکی کی ایک خبر فلمی اداکارہ ندیمہ کے متعلق ہے کہ اس کے ساتھ اور اس کے ماموں زاد بھائی کے ساتھ تھانہ (اچھرہ) میں ہتک آمیز سلوک کرنے پر آئی جی پنجاب کے زیرہدایت ایس ایچ او اچھرہ کو لائن حاضر کر دیا گیا ہے اور دو کانسٹیبلوں کو معطل کر دیا ہے، اور ایس پی کینٹ کو اس واقعہ کی تحقیقات ۱۵ دن کے اندر کر کے رپورٹ دینے کا حکم دیا ہے اور سختی سے ہدایت کی ہے کہ عورتوں

کو نخفانے میں لے جانے یا رکھنے کے معاملے میں انتہائی احتیاط کی جائے[1]

۵ - یہ خبر خواتین سے متعلق نہیں، مگر اسی سلسلۂ جرائم کی ایک کڑی ہے جس میں مجرم لوگ ماؤں کو اذیت دینے اور بچوں کی زندگیاں تباہ کرنے کا ذریعہ بنتے ہیں - شاہدرہ کی نواحی بستی میں سے دو سکوٹر سوار بردہ فروشوں نے دو بچوں کو مٹھائی دے کر اغوا کر لیا - مبینہ طور پر ایک عورت اس میں شریک ہے -

---

اس طوفانِ جرائم کو روکنے کی بھاری ذمہ داری حکومت اور عہدہ دارانِ حکومت

---

[1] دوسرے روز مبینہ طور پر جو تفصیلات اس واقعہ کی سامنے آئی ہیں وہ اتنی دردناک ہیں کہ رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں - بھائی بے ہوش پڑا ہے اور بہن روئے جا رہی ہے - کوئی کچھ بتا نہیں رہا - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہر شریف آدمی کو آج معاشرے میں ننگا کر دیا ہے اور چوراہوں میں بن مانس اس کی پٹائی کر رہے ہیں -

چاہیے کہ ایسے واقعات پر سیاسی لیڈر اور علمائے کرام اور بڑے بڑے اخبار نویس اور وزراء اور ممبرانِ اسمبلی خود جائیں اور حالات معلوم کر کے اگر بات درست نکلے تو سخت نوٹس لیں - خواتین کی تنظیموں کو بھی وفود بھیجے جانے چاہئیں - پھر یہ لوگ ججوں سے اور آئی، جی پولیس سے ملیں اور نخفانہ کے "ملزمین" کے رشتہ داروں (اور والدین) تک محلوں اور گاؤں میں جا کر ظلم کی ایسی داستانوں کی معلومات بہم پہنچائیں - نیز ایسے قوانین بننے چاہئیں کہ کسی عورت کو نخفانے میں نہ لے جایا جا سکے - اور تفتیشی کارروائی کسی فوجی یا عدلیہ کے افسر کے روبرو ہونی چاہیے - کسی شخص کے پھیپھڑے اور اس کے دماغ، دل، گردے، جگر، تلی، آنتوں یا اعضائے مخفی کو نقصان نہ پہنچایا جائے - خلاف ورزی کی صورت میں ملازمت سے برطرفی کے ساتھ ساتھ سرکاری سزا بھی دی جائے اور مظلوم کو تاوان بھی دلوایا جائے - ورنہ ایسے واقعات روز ہوتے رہیں گے اور اخباری شور کے بعد ہر قصہ رفت گذشت ہو جائے گا -

اور اعضائے حکومت پر ہے۔ مگر حکومت کی چونکہ توجہ ہی دوسرے امور پر ہے اور زندگی کے متعلق نئے لوگوں کے نظریات ہی اور ہیں۔ لہٰذا سرکاری اثرات ایسے کاموں کے فروغ کا باعث ہیں، جو اسلام میں پسندیدہ نہیں ہیں۔ اور کئی ایسے کاموں کی مخالفت ہو رہی ہے جو اسلام میں مطلوب ہیں۔

خصوصاً یہاں جو مجموعی ماحول بنایا جا رہا ہے وہ سفلی جذبات کو اکسانے والا اور جنسی ہیجانات کی آگ کو بھڑکانے والا ہے۔ دوسری طرف اس وبا کے حملے کا شکار جو غریب مخلوق ہوتی ہے اس کے لیے انتظاماتِ حفاظت موجود نہیں ہیں کہ ایک شہری جان مال آبرو کے متعلق پورا اطمینان رکھتا ہو کہ میں نے اگر ووٹ دیئے ہیں اور ٹیکس دیتا ہوں تو مجھے "اسلامی ریاست کی سرپرستی" میں "امن" حاصل ہونا چاہیے۔ بدقسمتی سے یہاں تو خوف ہی خوف ہے۔ مجرموں کا بھی خوف، پولیس کا بھی خوف۔ حکومتوں کا بھی خوف۔

جمہوریت کے جس پیڑ پر آم لگنے کی توقع لوگ باندھ رہے تھے۔ اس پر اب بلائنڈ اور اندرائن کے کڑوے پھل اور تھوہڑ اور کیکروں کے نکیلے کانٹے لگ رہے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ سابق گیارہ سالوں کی غلطیوں کی وجہ سے ہے۔ آخر اس سے پہلے سالوں کی بھی غلطیاں ہیں۔ اس سے پہلے کے ۳۰ سال کی ان غلطیوں کے زہریلے ریشے ہر طرف پھیل گئے ہیں۔ آج کی غلطیوں کو چھپانے کا یہ ایک اچھا فارمولا ہے کہ اپنے جذبۂ انتقام کے مطابق ایک دور کی پچھلی غلطیوں کی طرف توجہ موڑ دی جائے۔

سوال یہ ہے کہ بہ حیثیت چارہ گر جمہوریت نے آکر مریض کے حالات کو کتنا بہتر بنایا اور خوف اور ظلم اور فحاشی اور محرومی اور لپستِ اخلاقی کا کس درجہ استیصال کیا۔

اگر لادین مغربی جمہوریت کے تھنوں میں دودھ نہیں تو پھر ہم سے جمہوریت کی دیوی کی پوجا کیوں کراتے ہو؟

اس صورتِ حالات کا کوئی مداوا اسلام کے علاوہ نہیں ہے۔ اسلام جب تک

نظامِ حکومت و تعلیم و سماجی ماحول پر پوری طرح اثر انداز نہیں ہوتا، خدا کے نیک بندے اگر بستی بستی، محلّے محلّے میں ایک ایک فرد کو ایمان و اخلاق کا درس دینا شروع کر دیں، انہیں نماز اور قرآن سے وابستہ کریں، خدا اور رسول سے ان کا تعلق قائم کریں۔ ان کو منظم کریں، محلے کے محلے اور گاؤں کے گاؤں نیکی کے علمبردار اور بُرائی کے دشمن بن جائیں۔ اور آہستہ آہستہ اپنے ہم خیالوں کی تعداد بڑھاتے جائیں تو یہاں نیکی کا لشکر اتنا مضبوط ہو سکتا ہے کہ نہ کسی عورت پر اس طرح ظلم ہو، نہ بچوں کو اغوا کیا جا سکے۔ لوگ توحید پر قائم ہو جائیں، خدا کی عبادت کریں، حرام سے اجتناب کریں، ظلم کرنا چھوڑ دیں، اتفاق اور اتحاد سے رہیں اور اپنے آپ کو خدا کی فوج کا سپاہی، رسول اللہؐ کا مجاہد اور نیکی کا علمبردار سمجھیں تو بُرائی کی کوئی قوت ان کے آگے ٹھہر نہیں سکتی[1]۔

ایسے لوگ جب پولیس میں بھی پہنچیں گے، فوج میں بھی پہنچیں گے، دفتروں میں بھی پہنچیں گے انتخابات میں بھی اُبھریں گے، پارلیمان میں بھی آواز اُٹھائیں گے تو حالات میں کچھ نہ کچھ تبدیلی تو آئے گی۔

---

[1] شیطان جو پاکستان میں بہت سرگرم ہے، اُس نے مخالفتِ رسولؐ کا یہ تازہ فتنہ کھڑا کیا ہے کہ مردوں عورتوں کے مخلوط کھیل ہوں، اور سب تماشائی دیکھیں اور جیسی تنگ لباسی کسی ملک کی عورتیں چاہیں، اختیار کریں۔ اُوپر ذکر کردہ واقعات کی مظلوم خواتین کو ہم توجہ دلائیں گے کہ یہی مخلوط تفریحی محفلیں اور یہی بے لباسی اور فحاشی، جبری بدکاری کے طوفان کو بڑھا رہی ہیں۔ یہ نئی زنانہ تحریک بھی تمہاری تباہی کی ذمہ داری میں شریک ہے، جس نے شرافت و حیا کے ہر اسلامی تقاضے کو مُلّا کی شرارت قرار دے کر دین کا مذاق اُڑایا ہے۔ کیا اس قوم کے دینی، سیاسی رہنماؤں اور شرفاء میں کچھ بھی دینی حمیت ہے کہ وہ ایسے فتنوں کی روک تھام کریں۔ پاکستان اس طرح کی رنگ رلیاں منانے کے لیے نہیں بنایا گیا تھا۔

فَاعْتَبِرُوْا یٰاُولِی الْاَلْبَابِ